قوانینِ فطرت اور معجزات

علامہ اصغر علی روحی

(تیسری قسط)

بعض فلسفیوں نے خرق عادات کو اصول تجربہ ومشاہدہ کے ذیل میں لانیکی کوشش کی ہے......

آجکل کے بعض سائنسدان جنہیں ہر ایک امر کی لم (کاز) دریافت کرنے کا چسکا ہے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ معجزات کو اصول تجربہ ومشاہدہ پر مؤازنہ کریں اور یہ ان کی محض ہوسنا کی ہے کیونکہ اس پر وہی اعتراض عائد ہوتا ہے کہ اس صورت میں ہم ایسے امور کو خرقِ عادت نہیں کہہ سکتے کیونکہ فرض کرو کہ بخیال سید صاحب موسیٰ علیہ السلام کے سمندر سے گذرتے وقت مدوجزر کی کیفیت تھی تو اس کو خرق عادت کون بیوقوف کہیگا کیونکہ مدوجزر ایک ایسا قانون ہے جس کا تجربہ بارہا کیا جاچکا ہے اور تعجب ہے کہ یہاں تو سید صاحب (سرسید احمد خان) کو مدوجزر کی کیفیت کا سہارا مل گیا اور بخیال خود سرخرو ہو بیٹھے گو الفاظ قرآن صاف صاف اس خیال کی تکذیب کرتے ہیں مگر بعض دیگر مواقع پر جہاں کوئی بھی گنجائش نہیں مثلاً لاٹھی کا اژدھا بن جانا وہاں کیا کہیں گے؟ کیونکہ الفاظ فاذا ھیی حیۃ تسعی،، سید صاحب کو کہیں بھاگنے کا موقع نہیں دیتے اسی طرح ایک شخص نے ید بیضا کی توجیہ میں یہ بیان کیا کہ فاسفورس سے موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ چمکتا تھا القصہ یہ اور اسی قسم کے سینکڑوں بکواسیں منکرین کی طرف سے سنی جاتی ہیں جنہیں کوئی سلیم العقل کبھی تسلیم نہیں کرسکتا۔ مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی خرق عادت کبھی اصول تجربہ ومشاہدہ کی ذیل میں داخل نہیں ہوسکتا اور مجھے وحدہ لاشریک کی قسم ہے کہ یہی حق ہے اور اسی پر اولین اور آخرین کا اتفاق ہے۔ جولوگ ارادہ ذات باری کو متصرف کل مانتے ہیں انہیں ہرگز اس امر کا مان لینا دشوار نہیں معلوم ہوگا کہ ارادہ باری اسباب معہودہ اور اسباب غیر معہودہ ہر دو صورت میں عمل کرتا ہے پس زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ خرق عادت اسباب غیر معہودہ سے وقوع میں آیا مگر اسی کو ہم دلیل اعجاز گردانتے ہیں کیونکہ اگر معہودہ اسباب سے وقوع پذیر ہو تو وہ اعجاز نہیں ہوسکتا اور اس لئے حجت بھی نہیں۔ "فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر،، اھ۔

امام فخر الدین رازی نے بھی باآنکہ حقیقت خرق عادت کو مانتے ہیں کہیں کہیں معتزلہ کے رد میں کرامت کو اصول تجربہ ومشاہدہ کے ذیل میں لانے کی کوشش کی ہے مگر عبث ہاں اصول فلسفہ نبوت کے ذیل میں

ایسے امور کا از خود یقین پیدا ہو جاتا ہے اور تب منطقی صغری و کبری کی کچھ ضرورت نہیں رہتی۔ سید صاحب ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ خرق عادات ایک قسم کی عجائب پرستی ہے جو ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پائی جاتی ہے اور جس کو عقل ہر گز تسلیم نہیں کرتی۔ اسے سبحان اللہ سید صاحب نے مختصر الفاظ میں فیصلہ دیدیا اور متیقن ہو بیٹھے کہ واقعی خرق عادات محال عقلی ہے۔ ارے حضرت جس امر کو آپ دلیل نفی گردان رہے ہیں وہ عین دلیل اثبات ہے کـما مر۔ اور لطف یہ ہے کہ سید صاحب نے یہ نہ بتلایا کہ کس شخص کی عقل معیار صداقت ہو سکتی ہے؟ اگر آپ کی عقل تسلیم نہیں کرتی یا آپ کے ہم مشرب فلسفہ دانوں کی تو الحمد اللہ کہ اس سے ہرگز ہرگز کسی صورت میں نفی خرق عادات لازم نہیں آتی اور اگر عقل کلی یعنی نوع انسان کی عقل جو بطور جنس ماخوذ ہے اور جس کے ذیل لاکھوں بلکہ لاتعداد عقول جزئیہ داخل ہیں مراد ہے۔ تو ہم دعوی کے ساتھ یہ کہنے کو تیار ہیں کہ ہمارا پلہ بھاری ہے۔ پھر آپ کا انکار کرنا کہاں تک آپ کے لئے مفید ہو سکتا ہے؟ اے سید صاحب خدا آپ کو مغفرت نصیب کرے آپ تو بڑے بھاری فلاسفر مشہور تھے مگر خرق عادت کے انکار میں آپ کی عادتیں بالکل بچوں کی سی باتیں ہیں۔ حق یہ ہے کہ سید صاحب کی نظر ہمیشہ عالم مادی کی کائنات اور ان کے فلسفی جوڑ توڑ تک محدود رہی ہے اور انہیں عالم روحانیات کے غرائب کی طرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ان امور میں جو روحانیات کا نتیجہ ہیں آپ کی تحقیق انکار محض سے آگے نہیں بڑھی۔

سید صاحب نے ایسا کیوں کیا

سید صاحب نے جہاں اپنی دور بینی سے مسلمانوں کی معاشرت اور تمدن پر نظر ڈال کر انہیں ایک مغربی حکومت کی معاشرت اور تمدن کے رنگ میں رنگنا چاہا۔ ان کے مذہبی مسائل میں بھی ایک نئی تحقیق کی بنیاد قائم کرنی چاہی مگر افسوس کہ سید صاحب اس معاملہ میں کامیاب نہ ہو سکے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ خود علوم جدیدہ کی تعلیم سے بالکل بے بہرہ تھے اور جو کچھ تھا وہ محض اسی سنی سنائی باتوں کا ذخیرہ تھا۔ آپ نے کچھ علمی انگریزی کتابوں کا ترجمہ سنا اور کچھ مغربی مصنفین کے ان خیالات کو بہم پہنچایا جنہوں نے گاہ بیگاہ مذہب اسلام پر نکتہ چینیاں کی ہیں۔ اور کچھ مشرقی متکلمین بالخصوص معتزلہ فرقہ کے استدلالات کو جو عقلیات میں زیادہ زور مارتے ہیں حاصل کیا۔ اس طرح ان کے پاس ایسا ذخیرہ موجود ہو گیا۔ جس پر انہوں نے موجودہ نئی پیدا ہونے والی امت کے خیالات کو جانچنا شروع کیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ مغربی علوم کی رو سے ایک دن ایسی تند ہوا چلیگی کہ مذہب کی بنیاد کو بالکل بہا لے جائیگی۔ کوئی ایسی

صورت ہو جس سے نوتعلیمیافتگان ملک کو مذہب اور علوم جدیدہ میں کسی قسم کا تخالف نہ معلوم ہو کیونکہ علمائے اسلام نے بھی فلسفہ یونان کے عام شائع ہو جانے پر ایسا ہی کیا تھا۔ چنانچہ ان کا خود یہ قول مشہور ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ئی امت کے لوگوں کی خاطر کیا ہے اس میں شک نہیں کہ اس خیال سے سید صاحب کی نیک نیتی کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر افسوس کہ جو کچھ آپ نے کیا وہ بقول.................جو چال ہم چلے سو نہایت بری چلے

عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق تھا۔ علمائے اسلام نے تو اصول فلسفہ یونان کو کہیں غلط ثابت کیا اور کہیں ان کو صحیح تسلیم کر کے مسائل کو پایہ ثبوت تک پہنچایا۔ الغرض معتقدات قرآن وسنت کے قرون اولی کے بزرگان میں صحیح تسلیم کئے گئے تھے ان کو ان کی اصلی صورت سے بال بھر بھی ہٹنے نہ دیا۔ مگر سید صاحب نے یہ کوشش کی کہ سب پر پانی پھیر دکھایا اور خم ٹھونک کر علمائے اسلام کے مقابلہ میں نئے علم کلام کے موجد ہونے کا دعوی کیا۔ مگر کوئی حقیقت میں اگر بنظر انصاف دیکھے تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ محض انکار ہی انکار تو کوئی نئی ایجاد نہیں ہوسکتی۔ بات تو تب تھی کہ انہیں معتقدات کو علوم جدیدہ کے اصول پر پایہ ثبوت تک پہنچا کر یورپ کے دہریوں کا منہ توڑ دیتے یہی وجہ ہے کہ ایک یورپین معترض نے یہ کہا تھا کہ سید صاحب کی تحریریں اسلام کے ان معتقدات کو ثابت نہیں کرتیں جو عرصہ تقریبا ڈیڑھ ہزار سال سے روئے زمین کے مسلمانوں میں تسلیم کئے گئے ہیں مگر سید صاحب ایسا کرنے پر مجبور بھی تھے۔ کیونکہ علوم جدیدہ کے نئے نئے دلربا کرشموں کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کو جو تعلیم مذہب سے نا آشنا ہوں اور سائنس وفلسفہ کی عجیب وغریب تحقیقات میں شب وروز منہمک ہوں۔ ملائکہ' جنات' معجزات' جنت ونار وغیرہ پر ایمان کے لئے مجبور کرنا آسان کام نہیں تھا گویا سید صاحب نے نہایت نیک نیتی سے مسلمانوں کی مذہبی مخالفت کا الزام اپنے سر لیا۔

علوم جدیدہ کیوں خرق عادات کا رد کرتے ہیں؟

یہ سوال صرف علوم جدیدہ ہی سے متعلق نہیں بلکہ علوم فلسفیہ قدیمہ کے متعلق بھی اسی طرح ہوسکتا ہے ۔ کیونکہ اکثر فلاسفہ قدیم بھی خرق عادات کا انکار کرتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ علوم جدیدہ میں مادی دنیا کے اصول پرزیادہ توجہ مبذول کی گئی۔ اور علوم قدیمہ میں محققین کی توجہ عموماً فلسفہ ذہنی تک محدود تھی۔ اور مادیات میں انہیں توجہ کم تھی لیکن یہ امر کہ خرق عادت محال ہے علوم جدیدہ اور قدیمہ ہر دو میں قریباً

ایک ہی صورت میں تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ہر دو کی بنائے انکار صرف ایک اصل پر مبنی ہے کہ علت ومعلول یا سلسلہ اسباب میں سبب ومسبب کا تعلق واجب اور غیر منفک ہے یہ خیال درحقیقت دو خیال کا مجموعہ ہے (۱) کوئی معلول یا مسبب بغیر کسی علت یا سبب کے موجود نہیں ہوسکتا (۲) معلول اپنی علت سے اور مسبب اپنے سبب سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ اہل فلسفہ کے ہاں یہ ہر دو امر ایسے ضروری ہیں کہ انہیں ان کی پابندی کرنے سے مادی دنیا میں بڑی کامیابیاں ہوئیں۔ سائنس کے غرائب اور علم ہیئت کے عجائبات کا مدار صرف انہیں مذکورہ بالا ہر دو امر پر ہے علی ہذا علم طب اور علم کیمیا کے مسائل کی تحقیق بھی انہیں ہر دو پر مبنی ہے چونکہ نئی نئی تحقیقات سے انسانی معلومات کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور مخفی خزانہ کے دریافت ہونے پر لوگوں کا تجربہ بھی ساتھ ساتھ بڑھ رہا ہے۔ اس لئے قانون فطرت کا مفہوم اہل فلسفہ کے نزدیک صرف انہی ہر دو امور تک محدود ہے اور وہ انہیں ہر ایک امر کی صداقت کا موازنہ کرنے میں کافی حجت تسلیم کرتے ہیں۔

کیا ان ہر دو امور کا رد ممکن ہے؟

اس میں شک نہیں کہ یہ ہر دو امور صحیح ہیں۔ مگر اہل مذہب سبب اور مسبب کے درمیانی تعلق کے وجوب کے قائل نہیں ہوسکتے یعنی وہ اس امر کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ سبب اور مسبب کے درمیان ایسا تعلق ہے کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا محال ہو۔ بلکہ وہ اس تعلق کو ممکن کہتے ہیں۔ یعنی مسبب اپنے سبب سے منفک ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آج تک اہل فلسفہ کی طرف سے کوئی دلیل بجز اس کے پیش نہیں کی گئی۔ کہ ہم چونکہ ایسا ہوتے دیکھتے ہیں اس لئے ہمیں اس کا یقین ہے۔ مگر یہ دلیل بجائے خود سخت کمزور ہے جس پر لکھا جا چکا ہے۔ کہ تجربہ اور مشاہدہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ درجہ قطعیت کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو انسانی تحقیقات میں کبھی تغیر وتبدل نہ ہوا کرتا۔ مگر منکر صرف اس قدر کہہ دینے سے کہ علت ومعلول کے لزوم پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی تسلی نہیں پاسکتا۔ کیونکہ وہ کہہ دے گا کہ اے حضرت میں نے مان لیا کہ علت ومعلول کے لزوم پر میرے پاس کوئی دلیل نہیں اور میں یہ بھی تسلیم کر لیتا ہوں۔ کہ معلول اپنی علت سے علیحدہ ہوسکتا ہے۔ مگر اس امکان کو میں صرف امکان عقلی مان سکتا ہوں۔ امکان وقوعی تسلیم نہیں کرتا۔ یعنی یہ تو مان لیتا ہوں کہ خدا کی قدرت میں بلا باپ بیٹا پیدا کرنا داخل ہے مگر ایسا کبھی ہوا نہیں۔ گو معجزہ کو امکان عقلی کے تسلیم کر لینے پر امکان وقوعی کا انکار کرنا محض ایک قسم کی ڈھٹ بندی ہے۔ کیونکہ روایات صحیحہ سے وقوع معجزہ وکرامت ثابت ہے۔ پس منکر جب تک روایات کو نا قابل صنعت

نہ قرار دے لے اس کے برخلاف حجت قائم رہیگی۔

منکرین ایسی روایات کو تسلیم نہیں کرتے جن میں خرق عادات کا ذکر ہے۔اوراس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ ان میں خلاف عقل باتیں لکھی ہیں۔مگراس لغو وجہ پر یہ سوال عائد ہوتا ہے کہ آیا تمہارے انکار کی وجہ روایات کا غیر معتبر ہونا ہے یا ان کا خلاف عقل ہونا۔اگر خلاف عقل ہیں تو پھر امکان عقلی نہ رہا۔اوراگر اصول روایت کے رو سے غیر معتبر ہوں تو اس کا ثبوت منکر کے ذمہ ہوگا۔

یہ نزاع بجز اس امر کے طے نہیں ہوسکتا کہ منکرین سلسلہ علت ومعلول کے درمیان لزوم کے قائل نہ رہیں مگر اس لزوم کو باطل ثابت کرنے کے لئے علم نبوت کی ضرورت ہے تاکہ منکرین صفات ذات باری کو متصرف مادہ تسلیم کرلیں۔اوراس بات کا یقین کرلیں کہ صفات الہیہ کی کیفیت عمل کو انسان ہرگز احاطہ نہیں کرسکتا بلکہ وہ لا متناہی طور پر تصرف کرتی ہیں۔اور تمام موجودات انہیں صفات کا علیحدہ علیحدہ مظہر ہیں۔مگر یہ سب کچھ مسئلہ توحید کی تکمیل پر منحصر ہے۔

مسئلہ خرق عادت کے متعلق ایک فاضل کی رائے

ان سطور کے لکھتے وقت مصر کا مشہور پرچہ الظاہر مجریہ ۱۵ شعبان ۱۳۳۲ھ خاکسار کو ملا اور حسن اتفاق سے اس نے بھی بعنوان من الممکن وقوع کرامات الاولیاء (خرق عادت اولیاء اللہ سے واقع ہوسکتا ہے) ایک مضمون مندرج تھا۔جس کو مطالعہ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بالکل۔

جاناں سخن از زبان من میگوئی

کا مصداق تھا۔چنانچہ جن امور پر خاکسار نے بحث کی ہے انہی امور کو مضمون نگار فاضل نے حسب ذیل پیش کیا ہے۔جس کو پہلے یوں شروع کرتا ہے کہ

"اگر ہم اپنے اس موجودہ زمانہ کو جس کو عام طور پر روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے ظلمت کا زمانہ کہدیں تو کچھ تعجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ کچھ اس قسم کا طوفان بے تمیزی امڈا چلا آرہا ہے کہ اہل دین وتقوی نہایت حیران ہورہے ہیں کہ یہ کیا ہورہا ہے۔کیونکہ ادھر ادھر کے بازاری لوگوں نے مذہب کی سرپرستی کا ذمہ لے لیا ہے اور بڑے بڑے دعاوی پھیلا کر مذہب کی صورت بدلنا چاہتے ہیں۔الخ"

اس کے بعد فاضل مضمون نویس نے مذاہب ائمہ اربعہ کی ضرورت پر بھی بحث کی ہے بعدازاں خرق عادات کے متعلق منکرین کی نسبت یوں لکھا ہے۔وان دعوی التصریف فی الکون والکشف امر باطل لا یؤیدہ عقل۔یعنی یہ مصلحان قوم یہ بھی دعوی کرتے ہیں۔کہ ان اولیاء اللہ کا مادہ میں بحکم

الٰہی تصرف کرنا اور مکاشفہ وغیرہ ایسے امور ہیں جن کو عقل نہیں مانتی الخ۔

پھر یہ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ **وانہ لایجوز العمل بالاحادیث ولو کانت صحیحۃفی جمیع مسائل الاعتقاد من غیر قید الخ۔**

یعنی احادیث پر اگرچہ صحیح ہوں۔ معتقدات کے بارہ میں بلاکسی قسم کی رکاوٹ کے عمل کرنا ناجائز ہے بلکہ قرآن مجید کو قانون فطرت پر مطابق کرنا چاہئے یہ ان لوگوں کے اقوال ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں اور جن سے اسلام کو اس قدر ضرر پہنچ رہا ہے کہ اقوام غیر سے نہیں پہنچ سکتا۔ ہم اس موقع پر نہایت مختصر طور سے امر حق کو ظاہر کرتے ہیں۔ تاکہ وہ لوگ عبرت پکڑیں جو مادی دنیا کی لذتوں میں اس قدر مستغرق ہو گئے ہیں۔ کہ انہیں ضروریات دین سے پوری پوری غفلت ہوگئی ہے اور اپنے خیال خام اور زعم باطل میں اپنی اس حالت کو اپنے حق میں بہتر سمجھے بیٹھے ہیں۔

اعلم وفقنا اللہ جمیعاً لطاعتہ ان قدرۃاللہ تعالیٰ تتعلق بالممکنات تعلق تاثیروان من الممکنات وقوع الکرامات للاولیاء ومن قال بعد من وقوع الکرامات للاولیا فقد نازع قدرۃ اللہ تعالیٰ فی تعلقھا .وھو الممکن اوماسوی اللہ تعالیٰ ممکن......الخ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو دنیا کی اشیاء سے یہ تعلق ہے کہ وہ ان میں مؤثر ہے۔ (یعنی ممکنہ اشیاء کو حسب مشیت الٰہی وجود دیتی ہے) اور خوارق عادات کا وقوع امر ممکن ہے (محال نہیں ہوسکتا) سو جو شخص قدرت ذات باری کی نسبت ایک امر ممکن کے وقوع کو محال سمجھتا ہے گویا اس کے ساتھ یہ منازعت کرتا ہے۔ کہ قدرت ممکنات سے متعلق نہیں ہوسکتی حالانکہ وہ چیز ممکن ہے۔ کیونکہ سوا ذات باری کے تمام چیزیں ممکن ہیں۔ کوئی محال نہیں اور سب کی سب بارادہ الٰہی وجود پذیر ہوتی ہیں۔ **وخرق العادۃ جائز عندالمسلمین مستحیل عندالفلاسفۃلانارتباط الاسباب بمسبباتھا ممکن عندالمسلمین واجب عندالفلاسفۃ فمن کان من المسلمین فلایخرج عن عقیدتھم ومن کان من الفلاسفۃ فلیعلم ان الاسلام دین لافلسفۃ.**

یعنی خرق عادات مسلمانوں کے نزدیک جائز یا ممکن ہے اور اہل فلسفہ اسے محال کہتے ہیں کیونکہ مسلمان لوگ سبب اور مسبب کے تعلق کو ممکن تسلیم کرتے ہیں یعنی ایک امر کے بعد جس کو مسبب کہتے ہیں دوسرے امر یعنی مسبب کا وجود میں آنا عادت الٰہیہ میں جاری ہے اگر اللہ چاہے تو دوسرا امر پیدا نہ ہو۔ یا بدون پہلے امر کے وقوع میں آجائے اور اہل فلسفہ کے نزدیک یہ تعلق واجب ہے یعنی پہلے امر کے ہونے پر دوسرے

امر کا وجود ضروری ہے عقل اس امر کو تسلیم نہیں کرتی کہ پہلے امر کے ہونے پر دوسرا وجود پذیر نہ ہو۔ سو جو مسلمان ہیں انہیں اپنا عقیدہ نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اور جو فلسفی ہے اسے یادرکھنا چاہئے۔ کہ اسلام ایک دین ہے یہ فلسفہ (یعنی ملحدین کی بکواس) نہیں **فالحق الذی لامحیص عنہ ھو الاعتقاد الصحیح الذی علیہ اھل السنة والجماعة بثبوت الکرامات للاولیاء الخ** ۔ سو حق جس کے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ جس کے اہل سنت والجماعت معتقد ہیں یعنی کہ خرق عادات ثابت ہے۔ کیونکہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم میں اس امر کو بہ تواتر تسلیم کیا گیا تھا۔ جس کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ البتہ معتزلہ کرامت کی نفی کرتے ہیں۔ اور معجزہ کو ثابت کرتے ہیں۔ سو یہ بھی اس لئے کہ پھر معجزہ اور کرامت میں مابہ الامتیاز کوئی امر باقی نہیں رہتا۔ (یہ محض باطل ہے جس پر انشاء اللہ بحث ہوگی) ثبوت خرق عادات کو قرون ثلاثہ نے تسلیم کیا۔ چنانچہ آج تک تمام اہل اصول فقہاء محدثین متکلمین کا اسی پر اعتقاد ہے اور تعجب ہے کہ بعض جاہل لوگ کیونکر ملحدین کے دام میں آجاتے ہیں۔

یہاں تک میں نے فاضل مضمون نگار کے جستہ جستہ فقرات کو بطور خلاصہ کے لکھدیا ہے ناظرین معلوم کر چکے ہوں گے۔ کہ اہل حق خواہ کہیں ہوں ہمیشہ ایک ہی مذہب رکھتے ہیں۔ چنانچہ خاکسار نے انہیں باتوں کو تفصیل وار قلمبند کردیا ہے۔

اہل باطن کے طریق پر ثبوتِ خرق عادت

اہل باطن جو حقیقت اشیاء کو کماحقہ دیکھتے ہیں اس امر پر متفق ہیں کہ موالید ثلاثہ یعنی حیوانات۔ نباتات۔ جمادات وغیرہ علیحدہ علیحدہ روحیں رکھتے ہیں جو ایک نوع کی نہیں ہیں۔ اور اس امر کا ثبوت آیات قرآنی واحادیث صحیحہ سے بخوبی ہوتا ہے۔ **قال اللہ تعالی وان من شئی الایسبح بحمدہ ولکن لاتفقھون تسبیحھم** ؎۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اشیاء اللہ تعالی کی تسبیح پکارتی ہیں صرف اتنی بات ہے کہ ہر ایک نوع کی تسبیح کا طریق وہی تسلیم کیا جائیگا جو خدا نے اس نوع سے مخصوص کردیا۔ کیونکہ طریق کا اختلاف موالید ثلاثہ کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ ورنہ بلحاظ تصرف ارادہ باری سب ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ نوع انسان دیگر مادی موجودات کی نسبت کامل روح رکھتا ہے جو حقائق ومعارف تک ترقی کرسکتی ہے۔ اور دوسرے حیوانات کو صرف ایک ضروری حدتک فہم اور شعور دیا گیا ہے جن سے وہ اپنی ضروریات زندگی اور جلب منفعت اور دفع مضرت میں قادر ہوسکیں اور پھر ان حیوانات

☆حافظ علی تکبیرۃ الاحرام جماعۃ واکثر المکث فی المسجد وعود نفسک المبادرۃ للصلاۃ تلتجد السرور.☆

میں بھی فہم اور شعور کے مدارج ہیں۔ چنانچہ ہم تجربہ سے دیکھتے ہیں کہ گھوڑے اور گدھے کا شعور ایک نہیں ہوتا۔ پھر اس طبقہ سے جب نیچے اترتے ہیں اور نباتات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی لوازم کی رو سے مدارج ہیں مگر حس وحرکت ارادی جو حیوانات کے لوازم تھے اس قدر خفیف درجہ تک باقی رہ جاتے ہیں۔ کہ ہم یہ خیال رکھتے ہیں کہ ان میں حس وحرکت مطلقا موجود نہیں۔ اور پھر جمادات کی نسبت ہمیں یقین ہوجاتا ہے کہ ان میں حس وحرکت نیز نشوونما کا خاصہ خدا نے رکھا ہی نہیں اور اس لئے وہ کوئی روح بھی نہیں رکھتے۔ مگر درحقیقت ایسا نہیں کیونکہ کسی وصف کا بغائیت خفیف الاثر ہونے سے اس کی کلی نفی نہیں ہوسکتی۔ یوں سمجھو کہ خداوند کریم نے کمالات کی رو سے موجودات میں مختلف طبقات پیدا کیے ہیں اور کچھ نہ کچھ کمال ہر ایک کو حاصل ہوا ہے۔ یہ طبعی ترتیب بعینہ اسی طرح ہے جس طرح زمین کھودتے وقت پہلے خشک مٹی آتی ہے۔ پھر تر پھر کسی قدر زیادہ تر پھر کیچڑ پھر سب سے آخر پانی۔ لیکن کچھ نہ کچھ رطوبت ہر ایک درجہ میں موجود ہے گو سب سے پہلے درجہ میں ہمیں یقین ہوتا ہے۔ کہ رطوبت نام کو بھی نہیں۔ شیخ اکبر اپنی کتاب فتوحات کے آٹھویں باب میں لکھتے ہیں:۔

ان المسمی بالجماد والنبات عندنالهم ارواح بطنت غیرادراک اهل الكشف اياه فی العادة فلايحس بها مثل مايحس بها من الحيوان فالكل عنداهل الكشف حيوان ناطق بالحق ناطق غير ان هذاالمزاج الخاص يسمی انساناً

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جمادات اور نباتات بھی روحیں رکھتے ہیں جو اہل کشف کے سوا دیگر لوگوں کے ادراک سے مخفی ہیں۔ اور تمام اشیاء انہیں بولنے والے حیوان بلکہ زندہ نظر آتے ہیں۔ منجملہ ان کے اس خاص وضع اور مزاج کا نام انسان رکھا گیا ہے ورنہ سب کو یہی لوازم حاصل ہیں۔ گو خفیف درجہ میں پھر ایک دوسرے مقام پر یہ لکھتے ہیں **فالجماد والنبات ذوحيوة وادراک فی الباطن لافی الظاهر ای فی جسده** یعنی جمادات ونباتات بھی زندہ ہیں اور ادراک کرتے ہیں مگر یہ صفات ان میں نہایت خفی ہیں ظاہر یکل جسمانی میں ان کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا۔ ملا صدر شیرازی رسالہ قضاء وقدر میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان اثبات الشعوروالادراک لجميع الموجودات حتی الجمادات والنباتات علی مايلزمومن القرآن والاحاديث معادلت عليه المباحث البرهانية وتنبهات العلوم الذوقيه وابداء المقامات الكشفية وهو مذهب كثير من المحققين كصاحب الاشراق

☆ایاک والذنوب فانها مصدر الهموم والأحزان وهي سبب النكبات وباب المصائب والازمات.☆

والمحقق الطوسی والعلامة الرازی وصاحب المحاکمات وابن کمونه وابو البرکات البغدادی وذوق جم غفیر من المکاشفین منهم الشیخ العارف والمحقق المکاشف محی الدین ابن العربی ومتابعوه.

اس عبارت کا ترجمہ واضح ہے الحاصل تمام مادی موجودات کو اپنی اپنی نوع کے مطابق صاحب روح تسلیم کرنیکا خیال پرانا اسلامی مسئلہ ہے جس کا منبع قرآن وسنت ہے۔ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو میں اس مسئلہ کے اثبات میں اور بھی کئی ایک قول مع دلائل نقل کرتا۔ مگر بقدر ضرورت یہی کافی ہے۔ بہر حال میں نے اس طریق استدلال کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ آج کل کے محققین یوروپ بھی اپنی تحقیقات سے اس نکتہ تک پہنچ گئے ہیں چنانچہ یہ عام خیال اہل فلسفہ کے اذہان میں جم گیا ہے۔ کہ نباتات اور جمادات بھی بیرونی اشیاء کے اثر سے اسی طرح متاثر ہوتے ہیں جس طرح حیوانات۔

مجلہ المنار، قاہرہ کے مشہور پرچہ میں انگلستان کے ایک بڑے فلاسفر کا مضمون اسی موضوع پر عربی زبان میں ترجمہ ہوکر شائع ہو چکا ہے اور اس کو پڑھ کر مجھے بڑی خوشی اس لئے ہوئی تھی۔ کہ مغربی محققین ڈیڑھ ہزار سال بعد اس نکتہ کو معلوم کر سکے ہیں جس کو امی عرب علیہ السلام نے بذریعہ وحی آسمانی دنیا کے سامنے اس وقت پیش کر دیا تھا۔ کہ ابھی آنیوالی قوموں کی علمی ترقیات کا بنیادی پتھر بھی نہیں رکھا گیا تھا۔ آج کل حکمائے یورپ بھی اس نکتہ تک پہنچ گئے ہیں کہ ہمارے افعال واصوات کی مثالی صورتیں ان اشیاء میں قائم ہوجاتی ہیں جو ان افعال واصوات کے ظاہر ہونے پر وہاں موجود ہوتی ہیں اور حضور رحمۃ للعالمین نے اس خیال کو جہال عرب کے سامنے یوں پیش کر دیا تھا کہ تم جس جگہ پر کوئی گناہ کروگے قیامت کے دن وہی جگہ تمہارے برخلاف شہادت دیگی اس لئے بہتر ہے کہ اس کا کفارہ ادا کردو یعنی اس جگہ پر نیک کام بجالاؤ تاکہ نیکی کی شہادت بھی تمہارے حق میں بدی کے مقابلہ قیامت کے دن گذر سکے بعض مفسرین نے آیہ یومئذ تحدث اخبارها کی ذیل میں بھی یہی معنی لکھے ہیں۔

رسالہ حمیدیہ میں جو ایک مصری فاضل نے لکھا ہے اور جس میں مؤلف نے مسائل اسلام کو نئی طرز پر موازنہ کرکے شائع کیا ہے لکھا ہے کہ اہل امریکہ نے بعض ایسے نباتات وجمادات کا وجود دریافت کیا ہے جن میں بہت سے حیوانی خواص تجربہ کئے گئے ہیں جن کو قبل ازیں محض طبقہ حیوانات تک محدود رکھا گیا تھا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جو لوگ آسمانی تعلیم پر ایمان رکھتے ہیں۔ انہیں اہل فلسفہ کی کاسہ لیسی کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ اہل فلسفہ ایک نجاست خوار قوم ہے۔ جو دنیا پر خدا کی زندہ لعنت کا نمونہ ہوتی ہے۔ یہ

لوگ معرفت الٰہی کی چاشنی سے بالکل محروم ہوتے ہیں اور کبھی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے اور نہ انہیں اطمینان قلب کا درجہ کبھی نصیب ہوسکتا ہے اور نہ آخرت کی نجات۔ پس اگر انہیں ایسی باتیں اب ثابت ہوگئی ہیں تو ہماری بلا سے۔ ہم تو انہیں سنڈاس میں پھینک دینے کو تیار ہیں۔ کیونکہ ہماری دینی اور دنیوی حاجتوں کے لئے قرآن پاک پورے طور پر متکفل ہے اور تمام عقد سے اس کی بدولت حل ہوجاتے ہیں پھر ہم کیوں کسی غیر کے دست نگر رہیں۔

مذکورہ بالا اصل کی تصدیق جس کو حضرات اہل تصوف نے تسلیم کیا ہے حضور علیہ السلام کے بعض ان اقوال سے بھی ہوتی ہے جو بصورت آداب واحکام شرعیہ آپ نے ارشاد فرمائے۔ کیونکہ جب ان کی علت کا پتہ لگ جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فطرت کے کسی نہایت دقیق راز تک اس کا سراغ ملتا ہے۔ مثلاً شریعت کا حکم ہے کہ جس مکان میں کوئی مویشی یا چوپایہ بندھا ہو اس میں عورت سے وطی کرنا مکروہ ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس سے حضرات صوفیہ کرام کے مذکورہ بالا اصل کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ حیوانات میں بھی غیرت وحیا جو انسانی اخلاق میں داخل ہیں موجود ہے اور اسی طرح یہ حکم کہ جس بہیمہ یا چار پایہ سے کوئی شخص وطی کرے اسے فی الفور ہلاک کردو۔ آئندہ سواری وغیرہ کے کام میں نہیں لانا چاہئے۔ کیونکہ عامۃ الناس میں یا کم از کم اپنے نوع میں اس کے لئے موجب رسوائی ہے اور نیز مالک کے لئے بھی۔ الغرض یہ مسئلہ مسلم ہو چکا ہے کہ تمام مادی اشیاء علیحدہ علیحدہ روحیں رکھتی ہیں اور تمام اپنی اپنی فطرت کے مطابق حی ناطق ہیں مگر اس امر کا تجربہ صرف علم مکاشفہ پر مبنی ہے جو بارگاہ رب العزت سے بجز انبیاء اور اولیاء کے کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ دیکھو قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبانی کیا ارشاد ہوتا ہے؟

وقال ۳۰ یایھاالناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شی ان ھذا لھوالفضل المبین ،،

بسر قصۂ سیمرغ وغصہ بُد ہد۔ کسے رسد کہ شناسائے منطق الطیر است

اس مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے کئی اوراق سیاہ کرنا ایک معمولی بات ہے کیونکہ اس کی تصدیق کے لئے بہت سے ایسے امور پر نظر کرنا پڑتی ہے جو مختلف علوم سے متعلق ہیں مثلاً مسئلہ کشش اتصال سے جس کو عربی اصطلاح میں نظام جاذبیۃ الحب کہتے ہیں اس مسئلہ پر ہم پوری پوری روشنی ڈال سکتے ہیں مگر میں اس کو زیادہ طول دینا پسند نہیں کرتا اور میرے مدعا کے لئے جو کچھ بیان کیا گیا ہے کافی ہے اس اصل عظیم کے تسلیم کر لینے پر غالباً مسئلہ خرق عادت کا اہل تصوف کے طریق پر حل کر لینا کچھ مشکل نہیں معلوم ہوتا کیونکہ روحانی تاثیر کا سلسلہ تو ملاحدہ اہل فلسفہ بھی تسلیم کرتے ہیں اس لئے نبی اللہ جب بارادہ الٰہی کسی خاص

مادی شئے میں تصرف کرتا ہے تووہ شئے اس کی روحانیت سے متاثر ہوکراسی صورت یاوضع میں متقلب ہوجاتی ہے جس کا نبی اللہ نے ارادہ کیا ہو۔ کیونکہ جب یہ تسلیم کیا گیا کہ وہ حی ناطق ہے تو اس کا ایک دوسرے حی ناطق کے زیر فرمان ہونا جو اس سے کمالات میں کہیں بڑھا ہوا ہو مطلقا محل تعجب نہیں۔ گویا ایک کی روحانیت دوسرے کی روحانیت پر غالب آ کر اس کو ایسے آثار کا مصدر قرار دیتی ہے جو کسی دوسرے نوع کی مادی شئے سے متعلق ہوسکتے ہیں کیونکہ مادہ میں ہر ایک صورت ووضع اختیار کرلینے کی قوت خدا نے ودیعت رکھی ہے۔

بات تو صاف ہے مگر چونکہ عام طبائع مادیات کے ظاہری خواص تک محدود ہیں اس لئے انہیں کچھ نئی سی بات معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت کوئی نئی بات نہیں انسان جب پہلے پہل کسی علم کے نئے مسئلہ کو دریافت کرکے اس کے عملی نتائج کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس سے واقعی تعجب پیدا ہوتا ہے مگر کچھ مدت پر وہ بات معمولی ہوجاتی ہے۔ سو اہل باطن کے ہاں تو بالکل ایک معمولی بات ہے کہ نبی اللہ یا ولی اللہ کی روحانیت کیونکر دوسری مادی اشیاء کی روحانیت میں مؤثر ہوکر اس کو کسی دوسرے نوع کی مادی اشیاء کا مصدر آثار بنادیتی ہے۔ ہاں ان لوگوں کے لئے واقعی عجیب بات ہے جو حقائق اشیاء کا کچھ علم نہیں رکھتے۔ اسی اصل پر ستون حنانہ۵ کا راز بھی سمجھ میں آسکتا ہے اور سوسمار۶ کا اور نیز سنگریزہ کا منکر کی مٹھی میں شہادت دینا وغیــــــر

ذلک من المعجزات الباهرة المذكورة فی كتب الاحاديث بالاسانيد المعتبره.

اہل باطن کے استدلال کی بنا کس امر پر موقوف ہے؟

اہل باطن اپنے اس طریق استدلال کی بنا ایک ایسے خفی اثر پر مبنی کرتے ہیں جس کے وجود کا تسلیم کرنا تعلیم وحی کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ خفی اثر اس روحانی طاقت کا نتیجہ ہے جو انبیاء اور اولیاء مقربین کے نفوس قدسیہ کو روح القدس کے ساتھ اتصال پیدا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ خرق عادات کا منکر اگر اس مسئلہ میں غور وتامل سے کام لے تو اس کو کامل یقین ہوجائیگا کہ خرق عادات کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ انہیں لوگوں کو نئی معلوم ہوتی ہے جو صرف تاثرات مادیہ تک محدود ہیں اور حقائق مجروہ (ملائکہ ونفوس قدسیہ) اور ان کے عالم مادی میں مؤثر ہونے کا کچھ علم نہیں رکھتے۔ وہ صرف فلسفہ وسائنس کے چند مادی اصول کا علم حاصل کرکے اشیاء مادیہ کے تاثرات میں جکڑے جاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ مادی سلسلہ سبب ومسبب کے متعلق بھی وہ صرف اسی قدر علم رکھتے ہیں کہ فلاں سبب یا علت کا نتیجہ فلاں مسبب یا معلول ہے بس اس سے زیادہ انہیں کچھ معلوم نہیں یعنی وہ اس نکتہ کو ہرگز حل نہیں کرسکتے کہ کیوں فلاں سبب یا علت کا نتیجہ فلاں

☆سب اعدائک لک،وشتم حسادک یساوی قیمتک ،لانک اصبحت شیئا مذکوراورجلا مهما.☆

مسبب یا معلول ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ سبب اور مسبب میں اسی قسم کا تعلق ہے کہ اگر ایک امر (سبب) پیدا ہوتو دوسرا امر (مسبب) ضرور وقوع میں آئے۔ لیکن ایک عارف کی نظر صرف یہیں تک محدود نہیں رہ سکتی بلکہ وہ ان دونوں کے درمیان ربط حقیقی کی اصلی علت کا مشاہدہ اپنی روحانی آنکھ سے کر لیتا ہے۔

کما قال عارف الروم۔ آب را آبے است کومی راندیش

یعنی یہ پانی جو جاری ہے اس کے جریان کے لئے ایک اور پانی کی ضرورت ہے جو اسے چلا رہا ہے اور وہ پانی وہی ارادہ الٰہی ہے جس کے اثر کا محسوس کرنا بدون قلب پر آثار توحید پیدا کرنے کے ممکن نہیں۔ اس نکتہ کو صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے بطون قرآن کی سیر کی ہو۔ اور لفظی مباحث سے ہٹ کر حقیقت کی طرف متوجہ ہو گیا ہو۔ ورنہ ظاہر بینوں کو بجز انکار کچھ حاصل نہیں ہے۔

گرز سر معرفت آگاہ شوی۔ لفظ بگذاری سوِ معنی روی

مذکورہ بالا خفی اثر کی تصدیق کے لئے عارف کامل شیخ محی الدین ابن عربی کی عبارت ذیل میں غور کرنا چاہیے

فاذا التصل نفس قدسية به اوببعض ارواح اجرام السماوية والنفوس كان تاثير هافي العالم عندالتوجه الاتصالي تاثير مابتصل به فتنفعل اجرام العناصر والنفوس الناقصة الانسانيه منه بماارادہ...... الخ یعنی جب نفس قدسی (نبی یا ولی کامل کی روح) روح القدس یا اجرام سماویہ کے ارواح ونفوس سے اتصال پیدا کرتی ہے تو اس اتصالی توجہ میں اس کی تاثیر عالم اجسام میں بعینہ اسی طرح ہوتی ہے جس طرح ان اشیاء کی تاثیر جو مرکبات مادیہ سے متصل ہو کر ان میں تاثیر کرتی ہیں۔ تب اجسام عنصری اور نفوس ناقصہ نفس قدسی کے عین منشاء کے مطابق اثر قبول کرتے ہیں یعنی ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف اجسام منقلب ہو جاتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ کسی نبی یا ولی کی طرف سے کوئی مادی چیز کسی جسم عنصری پر اپنا عمل نہیں کرتی مگر ایک اندرونی خفی اثر وہاں اپنا عمل کر رہا ہوتا ہے جس کے وجود کا ہم کبھی انکار نہیں کر سکتے اس امر کی حقیقت کے سمجھنے میں ان طبائع کو جو حقائق میں نظر کرنے کے عادی نہیں اور جن کا مبلغ علم محض مادی اشیاء کے جوڑ توڑ تک محدود ہے ممکن ہے کہ انکار ہو مگر میں نہایت وثوق اور اپنے یقین سے کہتا ہوں کہ حق اس سے آگے متجاوز نہیں ہو سکتا اور مجھے امید ہے کہ وہ طبائع جو قبول حق کے لئے تیار ہیں ان کے مان لینے میں متردد نہیں رہیں گے۔ اور جو فطرتاً کج اندیش ہیں ان کو میں تو کیا سمجھا سکتا ہوں انبیاء علیہم السلام بھی انہیں راہ راست

☆اعلم ان من اغتابک فقد اهدی لک حسناته وحط من سیئاتک وجعلک مشهورا وهذه نعمة.☆

پر نہ لا سکے کیونکہ مقلب القلوب خود خداوند سبحانہ وتعالی ہے جس طرف چاہے دلوں کو موڑ دے۔
ونعم ما قیل۔

ہرکرا روئے بہ بہبودے نداشت۔ دیدن روئے نبی سو نداشت

آج تو ہم بروئے دلائل خرق عادات کو ثابت کرتے ہیں اور منکرین انکار کرتے ہیں۔آخر وہ لوگ بھی تو آدمی ہی تھے جو خرق عادات کو دیکھتے اور انکار کردیتے۔سو محض انکار سے تو کبھی کسی حقیقت کی نفی نہیں ہوسکتی۔

خرق عادات کے طالب کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں؟

نبی اللہ صرف اتمام حجت کیا کرتا ہے۔سو جن طبائع میں حقیقت شناسی کا مادہ ودیعت رکھا ہوتا ہے وہ کٹ حجتی سے باز رہتے ہیں البتہ ایک دوسرا گروہ ایسا بھی ہوتا ہے جو خرق عادات سے حق کی طرف میلان کرتا ہے۔ایسے لوگ بکثرت ہوتے ہیں اور ایک تیسرا گروہ ہے جو فطرتاً قبول حق سے محروم رکھے جاتے ہیں۔انہیں خرق عادات سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔سیدنا صدیق اکبرؓ اور بعض دیگر صحابہ کبارؓ گروہ اول کے لوگ ہیں۔اور ابوجہل اور ابولہب وغیرہ تیسری قسم کے مخالفین ہیں جن کی نسبت قرآن مجید میں ''وان یروا کل آیة لایومنوا بھا......الخ ۸۔ وارد ہو چکا ہے۔بہرصورت مناسبت طبعی جو تعلیم وحی کے قبول کے لئے طبائع میں مرکوز ہوتی ہے۔تصدیق نبوت کے لئے شرط ہے۔اگر یہ مناسبت طبعی نہیں تو یقین سمجھو کہ ایسا شخص تعلیم وحی کو قبول نہیں کریگا۔

معجزہ از بہر قہر دشمن است۔ بوئے جنسیت پئے دل بردن است

موجب ایماں نباشد معجزات۔ بوئے جنسیت کند جذب صفات

شیخ سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں ''خوارق وکرامات از برائے جذب مریداں نیست مریداں بمناسبت معنویہ منجذب میگردند وآنکہ بایں بزرگواران مناسبت ندارو واز دولت کمالات ایشاں محروم است اگرچہ ہزار معجزہ خوارق وکرامات بہ بیند۔(جاری ہے)

حواشی

۱۔جس کا جی چاہے ایمان لائے جس کا جی چاہے انکار کردے۔۱۲منہ
۲۔ہر ایک چیز اللہ کی تسبیح پکارتی ہے۔مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔۱۲منہ
۳۔اور آپ نے فرمایا کہ اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سمجھنے کا علم دیا گیا ہے اور ہمیں خدا نے سب چیزیں عنایت کی

ہیں بے شک یہ خدا کی نمایاں مہربانی کا نتیجہ ہے۔۱۲منہ

۴۔ مجھے ان لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے جو آفتاب کی تاثیر سے برف۔ گھی موم وغیرہ اشیاء کا سیالی صورت میں منقلب ہوجانا تو تسلیم کرتے ہیں اور نبی اللہ کی روحانیت کو رتبہ نہیں دیتے۔۱۲منہ

۵۔حضور علیہ السلام مسجد میں ایک ستون سے پیٹھ لگا کر تشریف رکھا کرتے تھے۔ بعدازاں آپ نے اس پر تکیہ لگانا چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ ستون رونے لگا۔ آپ نے اسے گلے لگایا تب خاموش ہوا۔۱۲منہ

۶۔جیسا کہ بعض روایات ضعیفہ میں وارد ہوا ہے۔

۷۔یہ خفی اثر مادیات میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ ایک مقناطیس کی ڈلی لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے مگر ہمیں بظاہر کوئی عمل سوا نتیجہ معلومہ کے نظر نہیں آتا۔ بچہ کے رونے پر بسا اوقات ماں کے پستان سے دودھ ٹپک پڑتا ہے۔ ایک قسم کا سانپ ہے کہ اگر کسی حیوان کی طرف نظر کرے تو وہ حیوان وہیں مرجاتا ہے علی ہذاالقیاس ایک نبی اللہ یا ولی کامل کی روحانیت کو اس قسم کا تصرف حاصل ہوتا ہے کہ کسی مادی شے کی حقیقت کو منقلب کردے اس کے مان لینے میں کوئی دقت نہیں۔۱۲منہ

۸۔یعنی یہ لوگ تمام نشانات از قبیل معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائینگے۔۱۲منہ

آن کہ شیراں را کند روبہ مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

قال الامام الشافعی رضی اللہ عنہ

الناسُ بالناسِ مادامَ الحیاۃُ بہم	والسّعد لا شک تاراتٌ وھبّاتٌ
وافضلُ الناسِ مابین الوری رجلٌ	تُقضی علی یدہ للناس حاجاتُ
لاتمنعنّ یدالمعروف عن اَحدِ	مادمت مقتدرا فالسعد تاراتُ
واشکر فضائل صُنع اللہ اذ جُعِلَت	الیک لا لک عندالناس حاجاتُ

☆اخلص توحیدک لربک ملینشرح صدرک بقدر صفاء توحیدک ونقاء اخلاصک تکون سعادتک .☆